﴿وکان من الکافرین﴾ ابلیس کی یہ معصیت کافرانہ ہے کیونکہ اس کی نافرمانی ایک غلط نظریے کی وجہ سے صادر ہوئی تھی۔(ابن عطیۃ)

ابلیس کا کفر محض عملی نافرمانی کا نتیجہ نہیں تھا۔ کیونکہ کسی فرض کو عملاً ترک کرنا اصول شریعت میں فسق ہے، کفر نہیں ہے۔(ماسوائے ترک نماز) ابلیس کے کفر کا اصل سبب حکم ربانی پر اعتراض اور اس کا مقابلہ کرنا ہے کہ آپ نے مجھے جس شخص کو سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ میں اس کو سجدہ کروں اور یہ معارضہ بلاشبہ کفر ہے۔(معارف القرآن)

﴿وکان من الکافرین﴾

کتب تفسیر میں اس کی دو تفسیریں بیان ہوئی ہیں:

ا۔ وہ اللہ کے علم میں کافر تھا۔یعنی اللہ تعالی کو یہ بخوبی علم تھا کہ ابلیس بعد میں کفر اختیار کرے گا۔اسی کو قرطبی نے راجح کہا ہے۔امام بغوی نے یہی تفسیر اکثر مفسرین کی طرف منسوب کی ہے۔

۲۔ ''کان'' بمعنی ''صار'' یعنی اس کے تکبر اور نافرمانی کی وجہ سے وہ کافر ہوا۔اس توجیہ کو الشیخ ابن العثیمین نے احسن قرار دیتے ہوئے فرمایا: یہاں (کان) ماضی کے معنی پر دلالت نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ یہ موصوف کا اسی صفت کے ساتھ متصف ہونے میں یقین کامل پر دلالت کرتا ہے۔تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ پہلے بھی اللہ کے علم میں کافر تھا اور اب بھی کفر کا ارتکاب کر رہا ہے اور کرتا رہے گا جیسا کہ اللہ نے اپنی ذات کے بارے میں فرمایا(وکان اللہ غفورا رحیما)(وکان اللہ سمیعا بصیرا) اس میں کوئی تاویل نہیں، بلکہ یہ اسلوبِ کلام سے مستفاد ہے۔ (ابن العثیمین،القرطبی،ابن کثیر،البغوی)

☆☆☆☆☆

روشن باتیں

گلشن عطاء الرحمٰن

☆ سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

☆ بیشک اللہ تعالی اس امت کی مدد اس کے کمزوروں کی دعا کی برکت سے کرتا ہے۔ (نسائی)

☆ لوگوں میں دو چیزیں کافرانہ ہیں: نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ (صحیح مسلم)

☆ اس امت کے پہلے لوگ یقین اور زہد کی وجہ سے نجات پا گئے اور اس امت کا آخری حصہ بخل اور امید سے ہلاک ہوگا۔ (صحیح الجامع)

☆ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

☆ بے شک اللہ تعالی صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ (نسائی)

☆ جہاد میں ایک دن کا پہرہ ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے افضل ہے۔ (مسند احمد)

☆ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

Phone: 5866476-5866396

درس حدیث:

آدابِ استئذان

ثناءاللہ عبدالرحیم

(عن ابی سعید الخدریؓ قال كنت فی مجلس من مجالس الأنصار اذ جاء أبوموسیٰؓ كانه مذعور فقال: استأذنت على عمرؓ ثلاثا فلم يؤذن لی فرجعت فقال: مامنعک؟قلت: استأذنت ثلاثا فلم يؤذن لی فرجعت،وقال رسول الله ﷺ (اذا استأذن أحدكم ثلاثا فلم يؤذن له فليرجع) فقال: والله لتقيمن عليه بينة. أمنكم أحد سمعه من النبی ﷺ ؟ فقال ابی بن كعبؓ والله لايقوم معک الا أصغر القوم ،فكنت أصغر القوم فقمت معه فأخبرت عمرؓ أن النبی ﷺ قال ذٰلک)

تخريج الحديث: صحيح البخاری، كتاب الاستئذان،باب التسليم والاستئذان ثلاثا ح ٦٢٤٥ مع الفتح ١١/٢٨،صحيح مسلم كتاب الادب باب الاستئذان ح :٢١٥٣، ١٤/١٣٠-١٣٥،ابوداؤد، كتاب الادب باب ١٣٨ كم مرة يسلم الرجل فی الاستئذان ٥/٣٧٠)

''ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں انصاریوں کی مجلس میں تھا۔ اتنے میں ابوموسیٰ اشعریؓ آئے، آپ خوفزدہ جیسے لگ رہے تھے'انہوں نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے ہاں تین دفعہ اجازت طلب کی،مگر جواب نہ ملا تو واپس پلٹا۔ پھر انہوں نے مجھ سے واپسی کی وجہ پوچھی تو میں نے کہا:''میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی پھر جواب نہ ملا تو واپس لوٹا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے''جب تم سے کوئی تین دفعہ اجازت مانگے پھر اسے اجازت نہ دی جائے تو واپس چلو۔''اس پر انہوں نے کہا:''اللہ کی قسم آپ کو ضرور اس کا ثبوت پیش کرنا پڑے گا۔'' کیا آپ میں سے کسی نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سن رکھی ہے؟'' حضرت ابی بن کعبؓ بولے: اللہ کی قسم آپ کے ساتھ مجلس کا سب سے کم سن جائے گا۔ ابوسعید کا بیان ہے کہ میں سب سے کمسن تھا (اور یہ حدیث سن رکھی تھی) تو میں ان کے ہمراہ گیا اور امیر المؤمنینؓ کو خبر دی کہ واقعی یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے''۔

شرح الغریب:

مذعور: (ذعر يذعر ذعرا) کے باب سے ذُعِر ڈرنا، وصف مذعور یعنی خوفزدہ

استأذنت: میں نے اجازت مانگی۔ یعنی کہا''السلام علیکم کیا میں اندر آ ؤں؟''

بينة: ثبوت یعنی گواہ

حدیث کا سیاق وسباق:

عبداللہ بن قیس بن سلیم ابوموسیٰ اشعریؓ عہد فاروقی میں کوفہ کا گورنر تھا۔ مدینے میں امیر المؤمنین سے ملاقات کے لیے گئے اور تین بار سلام کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ عمر فاروقؓ مصروف تھے، اس لیے جلد جواب نہ دے سکے۔ فرصت پا کر بلاوا بھیجا تو آپ سنت کے مطابق واپس جا چکے تھے۔ بلا کر واپسی کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے یہ حدیث سنائی۔ حضرت فاروقؓ مکہ میں آخری سات آٹھ سال اور مدینہ میں حیات نبوی کے ابتدائی چند سال لگاتار دربارِ مصطفوی سے فیض یاب ہوتے رہے تھے۔ جب وہ عوالی مدینہ میں بنی امیۃ بن زید قبیلے کے پاس رہائش پذیر ہو گئے تو آپؓ نے اپنے انصاری پڑوسی عتبان بن مالکؓ کے ساتھ یومیہ باری لگا رکھی تھی اور ہر رات مجلس نبوی سے فیض پا کر آنے والا اپنے بھائی کو فیض یاب کیا کرتا تھا۔ (دیکھئے بخاری کتاب العلم باب ۲۷ التناوب فی العلم ۱/۲۲۳) جب آپؓ نے یہ حدیث ابوموسیؓ سے سنی تو تعجب ہوا کہ یہ عام ضرورت کا مسئلہ آپؓ کو معلوم نہ تھا، جبکہ ابوموسیٰؓ، جعفر طیارؓ کے ساتھ فتح خیبر کے روز مدینہ وارد ہوا تھا۔ نیز قرآن پاک میں استئذان کی تعداد وارد نہیں ہوئی اور واپسی کے لیے ﴿وان قیل لکم ارجعوا﴾ بیان فرمایا گیا ہے۔ اس لیے ضرورت محسوس فرمائی کہ اس حدیث کی مزید تحقیق کی جائے۔ ابوموسیٰؓ کو خوف ہوا کہ اگر یہ حدیث کسی اور صحابی کو معلوم نہ ہوا تو شاید آپؓ کے متعلق بدگمانی کی جائے۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور ابوسعیدؓ سمیت بہت سے صحابہ کرام یہ حدیث زبان اقدس سے سن چکے ہیں۔ ابوسعید خدریؓ کی گواہی کے بعد آپؓ نے ابی بن کعبؓ سے مزید تصدیق کرالی۔ پھر ابی بن کعبؓ نے حضرت عمرؓ کو نصیحت کی ''یا ابن الخطاب فلاتکونن عذابا علی أصحاب رسول اللہ ﷺ'' تو انہوں نے معذرت کے ساتھ فرمایا ''انما سمعت شیئا فاحببت أن أثبت.'' (مسلم، الادب ۱۴/۱۳۴-۱۳۵)

استیذان (اجازت طلبی) کے شرعی آداب واحکام

قرآن مجید نے انسان کی معاشرتی زندگی کے لئے وہ زریں اصول وضع کیے جن پر عمل کرنے سے انسان حقیقت انسانیت کو حاصل کر سکتے ہیں اور جاہلیت و درندگی سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم قرآن مجید کو غور سے پڑھیں اور اسوہ رسول اللہ ﷺ کو اپنائیں تو ہمیں تمام ضروریات زندگی خواہ وہ دینی معاملہ ہو یا دنیوی، فروع دین سے تعلق رکھتا ہو یا اصول وعقائد سے، سب میں رہنمائی حاصل ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اجتماعی اور تنظیمی امور سے متعلق ایسے آداب اور رہنما اصول بیان فرما دیے ہیں جن پر چلنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور یہ عمل انسانیت کے لئے فوز وفلاح کا ضامن ہے۔ ان امور کے پیش نظر راقم مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں چند اہم آدابِ اسلامی زیر قلم لا رہا ہے۔ اللہ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

۱۔ اجازت طلب کرنا ایک شرعی فریضہ ہے:

اللہ پاک نے فرمایا﴿یـأیها الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی أهلها ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون۞ فان لم تجدوا فیها احدا فلا تدخلوها حتی یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو أزکی لکم واللہ بما تعملون علیم۞﴾(النور:۲۷-۲۸) ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہی تمہارے لئے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر بھی اجازت ملے بغیر اندر نہ جاؤ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ ہی جاؤ۔ یہی چیز تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔''

آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا حرام ہے۔اس کی حکمت یہ ہے کہ ان آیات سے قبل تہمت زنی اور بہتان تراشی کی مذمت کی گئی تھی۔اس آیت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جن سے تہمت اور بہتان تراشی کے راستے اور اسباب فراہم ہوتے ہیں۔چونکہ بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے کبھی ایسی حالت سامنے آسکتی ہے جسے صاحب خانہ ناپسند کرتا ہو یا داخل ہونے والے کے دل میں صاحب خانہ کے ساتھ بدظنی پیدا ہوسکتی ہو۔تو اللہ پاک نے اجازت مانگنے کا حکم دیا تاکہ بدگمانی کے اسباب سے محفوظ رہیں۔(التفسیر الکبیر۲۳/۱۹۶)

۲۔ اجازت لیتے وقت دوازے پر کیسے کھڑے ہوں؟

عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب کسی قوم کے دروازے پر آتے تو اجازت لیتے وقت دروازے کے سامنے نہیں رہتے تھے' بلکہ دروازہ کو اپنے دائیں یا بائیں چھوڑتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر۶/۳۷،ابو داؤد ۱۴/۶۰، حدیث نمبر ۵۱۷۵،کتاب الأدب باب ۱۴۱)

الشیخ محمد امین شنقیطیؒ فرماتے ہیں:اجازت مانگنے والے پر ضروری ہے کہ دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ اس کے دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو۔(اضواء البیان ۶/۱۷۶) کیونکہ اجازت لینے والا دروازے کے سامنے ہو تو بسا اوقات دروازہ کھلتے وقت اس کی نظر ایسی چیز پر پڑسکتی ہے، جسے دیکھنا ناجائز ہو یا صاحب خانہ کو ناپسند ہو۔

۳۔ کسی کے گھر میں دروازے کے شگاف یا کسی سوراخ سے جھانکنا حرام ہے:

بخاری ومسلم کی حدیث ہے:(قال رسول اللہ ﷺ لو أن امرأ اطلع علیک فخذفته ففقأت عینه ما کان علیک من جناح){ صحیح البخاری ۹/۱۳ کتاب الدیات } نبی اکرم ﷺ نے فرمایا''اگر کوئی شخص بغیر

اجازت تیرے گھر کے اندر جھانکے' پھر تو نے کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔''

۴۔ اجازت لیتے وقت سلام کرنا چاہیے:

اجازت لینے والے پر ضروری ہے کہ وہ سلام کرے۔لیکن اختلاف ہے کہ پہلے اجازت لے پھر سلام کرے' یا پہلے سلام کرے پھر اجازت لے۔آیت سابقہ میں اجازت طلب کرنے کا ذکر پہلے اور سلام کا ذکر بعد میں ہے۔لیکن حدیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ پہلے سلام کرتے اور پھر داخل ہونے کی اجازت لیتے تھے۔(روائع البیان ۲/۱۳۳)اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔

(ان رجلا من بنی عامر استاذن علی النبی ﷺ فقال أألج؟ فقال النبی ﷺ لخادمه اخرج الی هذا فعلمه الاستیذان فقل له قل:السلام علیکم أأدخل؟) ''بنی عامر کے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ پر اجازت طلب کرتے ہوئے کہا'' کیا میں داخل ہو جاؤں؟'' تو آپ ﷺ نے اپنے خادم سے کہا جاؤ اس کو ادب استیذان سکھاؤ:''السلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں؟۔''(سنن ابوداؤد ۱۴/۵٦ کتاب الادب رقم الحدیث ۵۱٦٦ باب ۱۴۰)

بعض علماء نے اس مسئلہ میں قدرے تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر زائر نے گھر والوں میں سے کسی کو دیکھ لیا تو پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے' اگر اس نے کسی کو نہیں دیکھا تو پہلے اجازت لے پھر سلام کرے۔(روائع البیان ۲/۱۳۴)

۵۔کتنی دفعہ اجازت لے پھر واپس ہو جائے؟

قرآن مجید نے اجازت مانگنے کی تعداد مقرر نہیں فرمائی' زیر درس حدیث سے تین دفعہ کی قید ثابت ہوتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ﴿وان قیل لکم ارجعوا﴾ سے منشائے الٰہی یہی ہے کہ تین دفعہ اجازت طلبی پر جواب نہ آئے تو اسی کو ﴿ارجعوا﴾ پر محمول کرتے ہوئے آدمی واپس جائے۔

٦۔ اجازت لینے میں اصرار نہ کیا جائے:

اگر تین بار اجازت طلب کرنے کے باوجود جواب نہ ملے تو ملاقاتی کو واپس جانا چاہیے .**عن قیس بن سعد بن عبادةؓ قال زارنا رسول الله ﷺ فی منزلنا فقال "السلام علیکم ورحمة الله" فرد سعد ردا خفیا قال قیس فقلت ألا تأذن رسول الله ﷺ؟ فقال ذره یکثر علینا من السلام. فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم : السلام علیکم ورحمة الله، فرد سعد رداً خفیا. ثم قال رسول الله ﷺ: السلام علیکم. ثم رجع واتبعه سعد فقال یا رسول الله انی کنت أسمع تسلیمک وأرد علیک رداً خفیاً لتکثر علینا من السلام. قال فانصرف معه رسول الله ﷺ.) (ابوداؤد ۱۴/۵۹، کتاب الادب باب کم مرة یسلم الرجل، مسند احمد ۳/۱۳۸)**

حضرت قیس بن سعد فرماتے ہیں: کہ ایک دفعہ نبی ﷺ ہم سے ملنے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ہمیں سلام کیا تو سعد نے چپکے سے جواب دیا تو میں نے سعد سے کہا کیا آپ اللہ کے نبی ﷺ کو اجازت نہیں دیں گے؟ تو سعد نے کہا آپ ﷺ کو کثرت سے سلام کرنے دو۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح تین بار سلام کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے تو سعد نے آپ ﷺ کے پیچھے جا کر کہا اے اللہ کے نبی ﷺ میں تو آپ کا جواب چپکے چپکے دے رہا تھا تا کہ آپ بکثرت سلام کریں۔ پھر آپ ﷺ اس کے ساتھ لوٹے۔

۷۔ اجازت لیتے وقت دروازہ کس طرح کھٹکھٹائے؟

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ دروازے کو انگلیوں سے کھٹکھٹانا چاہئے، اتنا زور سے نہیں جسے صاحب منزل ناپسند کرے بلکہ اس طرح کھٹکھٹائے جسے صاحب منزل سن سکے۔ **عن انس بن مالک قال كانت الابواب تقرع بالاظافير** یعنی دروازوں کو ناخنوں کے ذریعے کھٹکھٹایا جاتا تھا۔ **(الجامع لاحکام القرآن ۲۱۵/۱۲)**

۸۔ زائر تعارف میں اپنی شخصیت واضح کرے:

اگر صاحب منزل نے تعارف چاہا تو یہ نہ کہے "میں ہوں، میں ہوں" بلکہ اپنا نام یا مشہور لقب یا کنیت بتائے جسے صاحب منزل پہچان سکے۔

عن جابر انه قال اتيت النبى ﷺ فى دين كان على ابى فدققت الباب فقال من ذا؟ فقلت أنا، فقال: "أنا أنا" فكانه كرهها. "حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی ﷺ کے پاس اپنے والد کے کسی قرضے کے سلسلے میں آیا اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون ہو؟ میں نے کہا: میں ہوں، تو آپ نے فرمایا: "میں ہوں، میں ہوں" گویا آپ نے اس لفظ کو ناپسند فرمایا۔ (چونکہ اس سے آدمی کی پہچان نہیں ہوتی) (صحیح البخاری ۲۵/۱۱، اضواء البیان ۱۷۷/۶)

اجازت لینے والے کو چاہئے کہ سلام کے ساتھ حسب ضرورت اپنا تعارف کرائے۔ یہ ضرورت اجازت ملنے میں دیری کی صورت میں بڑھ سکتی ہے۔ جیسا کہ زیر درس حدیث کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے مذکورہ بالا واقعے میں کہا

١۔ السلام عليكم هذا عبد الله بن قيس۔

٢۔ السلام عليكم هذا أبو موسى۔

٣۔ السلام عليكم هذا الأشعري۔